چین میں مسلم احیاء کی نئی لہر☆

رافیل اِسرائیلی

۱۹۸۰ء کی دہائی کے اختتام پر عوامی جمہوریہ چین میں مسلمانوں کی بے چینی کے حوالے سے رپورٹیں ملتی رہیں۔ یہ سب عین اس وقت ہوا جبکہ ڈینگ ژیاؤ پینگ کی قیادت میں چین اقلیتوں کے حوالے سے اپنی پالیسی نرم کر رہا تھا۔ ذیل کے واقعات یکے بعد دیگرے رونما ہوئے۔

۱- مئی ۱۹۸۹ء میں تیان مین چوک کے سانحے سے ایک مہینہ قبل مسلمانوں کے خلاف ایک دل آزار کتاب کی اشاعت پر مسلمانوں نے زبردست مظاہرے کئے۔ لیکن یہ مظاہرے بہت کم توجہ حاصل کر پائے۔

۲- ۱۹۹۰ کے موسم بہار میں ''آزاد مشرقی ترکستان تحریک'' کو کچلنے کی کارروائی میں ۲۲۳ افراد مارے گئے۔

۳- ۱۹۹۲ء میں ''یونان'' نامی علاقے کی مسلم قومیت کے خلاف کارروائی کی گئی جو کہ ۸۲ دن جاری رہی۔

۴- ۱۹۹۳ء میں سنکیانگ میں تشدد بھڑک اُٹھا۔

درج بالا واقعات کے حوالے سے کئی سولات پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً کیا ان واقعات کا آپس میں کوئی ربط ہے؟ کیا یہ واقعات مقامی مسائل کا نتیجہ تھے یا پھر ان شورشوں کی طرح تھے جو وقتاً فوقتاً چین میں برپا ہوتی رہیں؟ کیا یہ واقعات مسلمانوں کی نئی شناخت کا اظہار ہیں یا بعض معاشرتی، معاشی اور ثقافتی اختلافات کا شاخسانہ؟ کیا یہ واقعات کمیونسٹ چین کی اقلیتی پالیسی کی ناکامی کا نتیجہ ہیں یا اِن سے مسلمانوں کے اس عزم کا اظہار ہو رہا ہے جو وہ چین کی روایتی ''تقسیم کرو حکومت کرو'' کی پالیسی کے خلاف وسیع تر اتحاد کے قیام کے لئے کرتے ہیں؟

☆Raphael Israeli, "A New Wave of Muslim Revivalism in China", *Journal of Muslim Minority Affairs*, Vol.17, No.2, 1997, PP. 269-282
(تلخیص: ڈاکٹر فخر الاسلام)

آخری سوال یہ کہ کیا چینی مسلمانوں کی ان بغاوتوں کو عالمی سطح پر لسانی بیداری کے تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے اور یہ کہ اس عالمی رجحان کا چین کے مسلمان پر اثر کس حد تک ہے؟

اُنیسویں صدی کے اواخر میں شمال مغربی اور جنوب مغربی چین کو مسلمانوں کی بے چینی نے اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔ مسلمانوں کا مقصد ایک آزاد مسلم ریاست کا قیام تھا۔ اِس دور کے واقعات پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یہاں انقلاب چین کے ابتدائی سالوں کے واقعات کا حوالہ بے جا نہ ہوگا جن کے نتیجے میں کئی بغاوتوں نے سر اُٹھالیا اور جنہیں ساٹھ کی دہائی میں ''ثقافتی انقلاب'' کے نام پر بے دردی سے کچل دیا گیا۔ ان میں سے ایک واقعہ علاقہ یونان کے ضلع شادیان میں رونما ہوا۔ واضح رہے کہ شادیان کو چینی مسلمانوں کی تاریخ میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ یہ علاقہ جنوبی ایشیا کی تجارتی شاہرہ پر واقع تھا جس میں اسلامی تعلیمات کے کئی مراکز قائم تھے۔ یہ شادیان ہی تھا جہاں سب سے پہلے قرآن پاک کا چینی زبان میں ترجمہ کرایا گیا۔ اس خطے نے انیسویں صدی کے وسط میں مسلم بغاوت میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ دووینژیو (Du Wenxiu) کی قیادت میں اس بغاوت کا مقصد مغربی یونان میں ''ڈالی'' کے علاقے کے ارد گرد ایک مسلم ریاست کا قیام تھا۔

ثقافتی انقلاب کے دوران چونکہ ہر قسم کی مذہبی رسومات پر پابندی تھی اس لئے شادیان کے مسلمانوں نے اس پابندی کا احترام کرتے ہوئے مساجد کو تالے لگادیے۔ تاہم وہ خفیہ طور پر اپنے گھروں میں نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے رہے۔ اس کے علاوہ وہ علماء سے قرآن پاک بھی سیکھتے رہے۔ بائیں بازو کے عناصر ان مسلمانوں کی قدامت پرستی پر تنقید کرتے ہوئے انہیں سُور کا گوشت کھانے پر مجبور کرتے رہے۔ ۱۹۷۵ء میں یہ نازیبا حرکت کی گئی کہ مسلمان آبادی کے کنوؤں میں سُور کی ہڈیاں پھینک کر ان کے پانی کو آلودہ کیا گیا۔ اس حرکت کے نتیجے میں جو تشدد بھڑک اٹھا، اس کو کچلنے کے لیے چینی افواج نے جولائی کے مہینے میں قتل عام کرتے ہوئے پورے گاؤں کو مسمار کر دیا۔ یہ احتجاج قریبی دیہاتوں تک پھیل گیا۔ ایک ہفتے کی کارروائی کے نتیجے میں ۱۶۰۰ ''ہوئی'' مسلمانوں کو قتل کر کے ۴۴۰۰ مکانات کو زمین بوس کر دیا گیا۔ اس فوج کشی میں نہ صرف ہلکے بھاری اسلحے کا استعمال ہوا بلکہ ہوائی جہازوں سے بھی بم برسائے گئے۔ اس سانحے کی مکمل روداد اس خطے کے مسلمان رہنما ''ماشاؤمی'' (Ma Shao Mei) نے قلمبند کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اگست کی پہلی اور دوسری تاریخ کو جنجی (Jinji) اور شاؤن فانگ (Shaun Fang) نامی دیہات پر قبضے کے لیے جنگ جاری رہی۔ ایک طرف جدید اسلحہ و ساز و سامان سے لیس

سرکاری افواج تھیں جبکہ دوسری طرف مذہبی جذبے سے سرشار مسلمان۔ ایک جانب اعلیٰ تربیت یافتہ فوجی تھے اور دوسری جانب عام شہری۔ بھلا ان دو غیر مساوی قوتوں کے درمیان کیا مقابلہ ہو سکتا تھا؟ دونوں گاؤں کے عوام کو ایسی کوئی قوت میسر نہ تھی جس سے وہ گولوں اور اندھا دھند فائرنگ کا مقابلہ کرتے۔ تین اگست کو فوج نے جنجی گاؤں پر قبضہ کر لیا جس کے ساتھ ہی دست بدست لڑائی، خودکار اسلحہ کی فائرنگ اور قتل عام نے شدت اختیار کر لی۔ مفتوحہ جگہوں پر فوج نے سفاکانہ سلوک شروع کیا۔ فوج نے زخمی اور اپاہج مسلمانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہاتھ پاؤں سے باندھ لیا اور ان کی اکثریت کو موقع پر ہلاک کر دیا گیا۔ ۴ اگست کو ۷۱۵ ''ہوئی'' بچوں، بوڑھوں اور خواتین نے ہتھیار ڈال دیے۔ وہ اپنی گردنیں اوپر اُٹھا کر قرآن کی تلاوت کرتے رہے۔ جوں ہی یہ لوگ دھان کے کھیتوں کے قریب متعین فوج دستوں کے قریب آئے تو ان پر خودکار ہتھیاروں سے گولیاں برسائی گئیں اور پلک جھپکتے ہی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے اور دھان کے کھیت میں کھڑا پانی ان کے خون سے سُرخ ہو گیا۔ اس کے بعد سپاہیوں نے لاشوں کا جائزہ لیا اور جن میں زندگی کی ذرا سی رمق بھی باقی تھی انہیں زخمی حالت میں گولیوں سے بھون ڈالا۔ ۷۱۵ افراد میں سے صرف چار زندہ بچے۔ شام ۶ بجے بقیہ مکانات کو طاقتور بموں سے اڑا دیا گیا۔ مابو ہوا (Ma Bo Hua) اور ان کے ساتھی بہادری سے لڑتے ہوئے قتل ہوئے۔ شام ڈھلتے ہی قتل عام اختتام کو پہنچا''۔

بعد میں حکمرانوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اُنہوں نے جانی و مالی نقصان کی تلافی اور خطہ شادیان کے باشندوں کی بحالی کا فیصلہ کر لیا۔ ۱۹۸۷ء کی ایک دستاویز میں قرار پایا کہ شادیان کے مسلمان انقلاب مخالف نہیں تھے اور ان واقعات میں ملوث مسلمانوں کو معاف کر دیا گیا۔ مذکورہ دستاویز میں کہا گیا کہ پرانے ریکارڈ کی درج ذیل طریقوں سے تصحیح کی جائے:

الف- گزشتہ دستاویزات میں مسلمانوں کی تنظیم حزب اللہ کو غیر قانونی اور خفیہ قرار دیا گیا تھا۔ اس تنظیم کا قیام ثقافتی انقلاب کے ناموافق حالات میں عمل میں لایا گیا تھا اس لئے اس کو غیر قانونی قرار دینا صحیح نہیں تھا۔

ب- علاقے کے مسلمانوں پر مادر وطن سے غداری کا جرم عائد کرنا درست نہیں تھا۔

ج- یہ درست ہے کہ علاقے کے باشندوں نے املاک کو لوٹا اور تباہ کیا لیکن شادیان کے مخصوص حالات کے پس منظر میں انہیں معاف کرنا چاہیے۔

بحالی اور عام معافی کے اقدامات کے باوجود علاقے میں انقلابی جذبات ابھی تک پائے جاتے ہیں۔ اس کے دو ثبوت بطور مثال پیش کئے جا سکتے ہیں (i) ''مادر وطن'' سے نفرت اور

(ii) حزب اللہ کا وجود۔

عوامی جمہوریہ چین میں مسلم احیاء کی تازہ لہر

ذیل میں ان چار شورشوں کا ذکر کیا جارہا ہے جو ۱۹۸۹ء تا ۱۹۹۳ء کے عرصے میں چین کے مختلف مسلم علاقوں میں برپا ہوئیں :-

ا۔ "چینی سلمان رشدی" کے خلاف مظاہرے ۱۹۸۹

تیان مین چوک کے خونین واقعہ سے ایک مہینہ قبل مئی ۱۹۸۹ء میں چین کے مسلمان ایک غیر اہم مصنف (نام نہیں دیا گیا) کے خلاف سراپا احتجاج بن گئے اس مصنف نے "جنسی روایات" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس میں مسلمان کے عقائد کی توہین آمیز منظر کشی کی گئی تھی۔ رد عمل کے طور پر دار لحکومت بیجنگ اور دیگر شہروں میں زبردست مظاہرے ہوئے۔ بیجنگ کے مظاہرے کے لئے حکومت سے باقاعدہ اجازت حاصل کی گئی۔ مظاہرین نے جن کی تعداد تین ہزار سے زیادہ تھی شہر کے وسط میں بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کے دفاتر کے سامنے مارچ کیا۔ جلوس "اکسن سٹریٹ (Oxen Street) کے علاقے سے بھی گزرا، جہاں بیجنگ کے سب سے زیادہ یعنی ۲ لاکھ مسلمان رہائش پذیر ہیں۔ اس مظاہرے میں جو نعرے لگائے گئے وہ یہ تھے :

آئین کی پاسداری کرو - چین میں مذہبی آزادی کا احترام کرو - چینی سلمان رشدی مردہ باد اور اسلام کا مجاہدانہ نعرہ "اللہ اکبر"۔ ایک اور خاص بات جلوس میں شامل افراد کا اسلامی لباس پہننا تھا۔ مرد شرکاء نے مخصوص اسلامی لباس اور خواتین نے حجاب زیب تن کر رکھا تھا یہ لباس عام طور پر چین کے قدامت پرست علاقوں میں پہنا جاتا ہے۔

بیجنگ کے علاوہ لانژو (Lanz Hou) میں بیس ہزار افراد نے جلوس نکالا۔ ژننگ (Xin-ing) میں ایک لاکھ افراد نے مارچ کیا، جبکہ اُرومقی، شنگھائی، اندرونی منگولیا، دوھان اور یونان میں مظاہرے ہوئے۔

اِن مظاہروں کے بارے میں چند حقائق نوٹ کرنے کے قابل ہیں مثلاً یہ کہ ایک ہی مسئلے پر پورے چین میں یہ احتجاج وہاں کے مسلمانوں کی قوت کا اظہار تھا۔ دوسرا یہ کہ حکومت نے مسلمانوں کے مطالبات کو درخور اعتنا سمجھتے ہوئے نہ صرف یہ کہ توہین آمیز کتاب پر پابندی لگادی بلکہ ایڈیٹروں اور پبلشروں کو سزائیں بھی دی گئیں۔ چینی حکومت نے اس حقیقت کے باوجود کہ مظاہرین نے امن وامان میں خلل ڈالا اور املاک کو نقصان پہنچایا، نرمی

سے کام لیا۔ ان مظاہروں کا تذکرہ سرکاری ذرائع ابلاغ میں بھی ہوا۔ چینی مسلمانوں کا یہ ملک گیر احتجاج اور اس پر حکام کا ردعمل دونوں اپنی جگہ حیران کن تھے تاہم تیان مین چوک کا سانحہ ان مظاہروں کو پس منظر میں لے گیا۔

۲۔ مشرقی ترکستان کی تحریک

۱۹۸۰ء کے عشرے کے اختتام پر افغان جنگ کے نتائج اور سویت جمہوریتوں میں احیائے اسلام کی تحریکوں سے حوصلہ پاکر مسلمان یہ اُمید کرنے لگے کہ فتح بالاخر اسلام کی ہوگی، وہ وسط ایشیا، افغانستان اور کشمیر میں اسلامی ریاستوں کے قیام کا خواب دیکھنے لگے۔ چینی مسلمان بھی اس صورت حال سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور اپریل ۱۹۹۰ء میں بیرن (BAREN) مسلمانوں نے آزاد مشرقی ترکستان کے حصول کے لیے علم بغاوت بلند کیا۔ اس بغاوت کے نتیجے میں ۲۳ افراد مارے گئے۔ چینی حکام نے الزام لگایا کہ باغیوں کو افغان مجاہدین نے اسلحہ فراہم کیا تھا۔ مشرقی ترکستان تحریک کا جائزہ کچھ اس طرح لیا جاسکتا ہے :

(i) علیحدگی کے رجحانات پر مبنی یہ بغاوت یکایک برپا کی گئی اگرچہ اس بغاوت کے فوری نتائج ظاہر ہونے کی اُمید بہت کم تھی لیکن اس سے مسلمانوں کے اس طرز جدوجہد کی عکاسی ضرور ہوتی ہے جس کے تحت وہ اپنا سیاسی ہدف حاصل کرتے ہیں۔

(ii) باغیوں کو باہر سے امداد ملنے کے ثبوت بھی مل گئے تھے جن کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ چینی مسلمان نہ صرف ''مقامی غاصبوں'' سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے بلکہ وہ خطے کی اس جدوجہد میں حصہ لینا چاہتے تھے جو افغانستان کے کامیاب تجربے کے بعد مسلمانوں نے شروع کی تھی۔

(iii) یہ شورش اس اُمید کے ساتھ برپا کی گئی تھی کہ (روس کے بعد) کمیونسٹ چین اگلا ہدف ہوگا اور یہ کہ یہی بغاوت کی فتح پر منتج ہوگی۔

(iv) ۱۹۸۹ء کے بیجنگ مظاہروں اور مشرقی ترکستان تحریک کا موازنہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ بیجنگ کے مظاہرے قانون کے دائرے کے اندر تھے جبکہ مشرقی ترکستان کی بغاوت حکمرانوں پر ایک اقلیت کا براہ راست حملہ تھا۔

۳۔ منشیات کے سوداگروں اور دہشت گردوں کے خلاف کارروائی

نومبر ۱۹۹۲ء میں چین کے مسلح دستوں نے جنوبی یونان کے علاقے پنگی وانجی (Pingy

(Vanjie کے ''ہوئی'' مسلمانوں کے خلاف آپریشن کیا۔ حکام نے الزام لگایا کہ یہ کارروائی اُس جرائم پیشہ گروہ کے خلاف کی گئی جو برما اور ویت نام سے اسلحہ سمگل کرنے میں ملوث تھا۔ اُنہوں نے دعویٰ کیا کہ اس کارروائی کے نتیجے میں حکام کے ہاتھ ایک ٹن سے زیادہ منشیات (افیون، ہیروئین) اور مجموعی طور پر ۹۰۰ بندوقیں، پستول، دستی بم اور بارودی سرنگیں لگیں۔ کارروائی میں ۲افراد ہلاک اور ۸۰۰ پابند سلاسل کردیے گئے۔ ان میں سے ۷ افراد کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ دیگر شورشوں کے برعکس اس کشمکش میں پہل چینی حکام نے کی تھی۔ اس کارروائی سے متعلق درج ذیل سولات اور نتائج بر آمد ہوتے ہیں :-

اولاً، چینی سرحد کے آرپار سمگلنگ ایک عام سی بات ہے پھر چینی حکام نے آخر کس مقصد کے لئے مسلمانوں کے خلاف اتنی سخت کارروائی کی؟ جبکہ سانحہ شادیان کو ابھی اتنا وقت نہیں گزرا تھا؟

ثانیاً، کیا ایسا تو نہیں کہ چینی حکام مسلمانوں کے بارے میں خاصے حساس ہیں اور ان کے خلاف معاندانہ جذبات رکھتے ہیں؟ حالیہ چند فوجی کارروائیوں میں سے دو مسلمانوں کے خلاف کی گئیں۔

ثالثاً، کہیں ایسا تو نہیں کہ چینی حکام نے پنگی وانچی کے مسلمانوں کو ۷ا سال قبل شادیان کی بغاوت میں حصہ لینے کی سزا دی۔ واضح رہے کہ شادیان کے سانحے میں اسی علاقے کے ۵۰۰ مسلمان مارے گئے تھے۔ اگرچہ شادیان میں چینی حکام نے عام معافی اور بحالی کی پالیسی اپنا رکھی تھی لیکن یہاں کے مسلمانوں کا جوش انتقام ابھی تک ٹھنڈا نہیں ہوا جس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ وہ ہر سال شادیان میں مرنے والوں کی یاد میں ''یوم شہداء'' مناتے ہیں۔

رابعاً، ان سرحدی علاقوں میں بجنگ کے مقابلے میں امن وامان کا قیام کافی مشکل ہے لیکن بایں ہمہ چینی حکام کو کارروائی کرتے وقت یہ فائدہ ضرور ہے کہ یہ کارروائیاں بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کی پہنچ سے کافی دور ہیں۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ یہاں سخت ترین کارروائی کر کے چینی حکام دیگر مسلم علاقوں کو بھی پیغام دینا چاہتے ہیں۔

خامساً، اس کارروائی کے دوران حکام نے ''تقسیم کرو اور حکومت کرو'' کی پالیسی پر عمل پیرا ہو کر مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خلاف لا کھڑا کیا۔ مثال کے طور پر جن لوگوں نے اپنے آپ کو حکام کے حوالے کر دیا اُنہیں اچھے مسلمان (Liang Hui) اور جو مقابلہ کرتے رہے اُنہیں ڈاکو مسلمان (Hui-Fei) کے خطابات دیے گئے اور ان دونوں گروہوں کو آپس میں لڑا دیا گیا۔

۴- سنکیانگ کی بغاوت

نومبر ۱۹۹۳ء کے دوسرے ہفتے میں سنکیانگ کے ۱۲ اضلاع سے فسادات کی خبریں آنے لگیں۔ مظاہرین نے سرکاری دفاتر پر قبضے اور انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ اُنہوں نے احتجاج کے دوران آتش گیر بموں کا استعمال بھی کیا۔ حکام کا خیال تھا کہ اس شورش کی پشت پر کوئی خفیہ تنظیم ضرور موجود ہے جو مظاہرین کو منظم کر رہی ہے۔ بعض مقامات پر تو مظاہرین نے سرکاری دستوں کو گولیوں کا نشانہ بھی بنایا۔ کویرل (Kuerle) علاقے میں ۱۶۰۰ افراد نے ایک ٹرین پر قبضہ کر کے اُسے ارومقی جانے پر مجبور کر دیا، جہاں وہ حکام کو اپنے مطالبات پیش کرنا چاہتے تھے۔ اس دنگا فساد میں ۱۲ افراد مارے گئے اور ۸۰ شدید زخمی ہوئے۔ بو لی (Bo-Le) کے مقام پر ۲۰۰ مظاہرین نے ایک فوجی کیمپ پر ہلّہ بول دیا۔ سرکاری فوج نے جوابی کارروائی میں ۱۳۰ افراد کو زخمی یا قتل کر دیا جبکہ ۱۵۰ افراد گرفتار کر لئے گئے۔

یہ بغاوت نہایت پر تشدد اور مربوط تھی اگرچہ حکام کا دعویٰ تھا کہ یہ مظاہرے رشوت ستانی کے خلاف تھے لیکن مظاہرین کی طرف سے دستی بموں اور اسلحے کا استعمال اس بات کا ثبوت تھا کہ ان کے مقاصد کچھ اور تھے۔ مظاہرین نے جو نعرے لگائے ان میں ایک عجیب سا تھا یعنی "تمام تر اختیارات مزدوروں کو دیے جائیں۔" سوال یہ ہے کہ کون سے مزدور؟ کیا اس سے مراد مقامی "یوغر" اکثریت تو نہیں؟

[یہاں پر مصنف نے چینی مسلمانوں کی جدوجہد کا عمرانیاتی تجزیہ کیا ہے]

خلاصہ

چین کے مسلمان بظاہر تو کمیونسٹ حکمرانوں کے ساتھ نباہ رہے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اُنہوں نے عظیم اسلامی سلطنت کی خواہش ترک کر دی ہے۔ چینی مسلمانوں کے اندر بے چینی کسی مقامی مسئلے، علاقائیت یا لسانی تعصب کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی پشت پر سب سے بڑا محرک اسلام ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ دل آزار کتاب کے خلاف چین کے تمام مسلمانوں نے یک آواز ہو کر احتجاج کیا۔ چین کے مسلمانوں کی جدوجہد کو دو باتوں سے کافی تقویت ملی ہے۔ پہلی بات یہ کہ چینی حکام نے اب عمومی وسیع النظری (ope-ness) کی پالیسی کے تحت مخالفین کے خلاف طاقت کے استعمال سے گریز کرنا شروع کر دیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ چینی مسلمانوں کا باہر کی دُنیا سے رابطہ استوار ہو رہا ہے۔ اس ضمن میں مسلمان دانشوروں کے دورے، اسلامی کانفرنسوں کا انعقاد اور عالمی انتہا پسند مسلمانوں سے مالی

امداد قابل ذکر ہیں۔

چینی مسلمانوں کی جد جہد کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ کبھی کبھی حکمرانوں کو اپنے مطالبات کے حق میں ہموا بناتے ہیں۔ اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ وہ ہمیشہ کے لیے ان کے تحت رہنا چاہتے ہیں۔ بلکہ یہ تو ان کی حکمت عملی ہے کہ ریاستی مشینری کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھالیں اور اپنے مطالبات کو قوانین کے دائرے میں تسلیم کرائیں۔ اگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہے ہیں تو پھر اُنھوں نے اسلحہ اُٹھانے سے بھی گریز نہیں کیا۔ علیحدگی کے رجحانات دیگر علاقوں کی بہ نسبت سنکیانگ میں زیادہ واضح ہیں۔ اس کی وجہ سے یہ ہے کہ یہ علاقہ اسلامی دُنیا سے متصل ہے اور یہاں بیرونی امداد بھی آسانی سے پہنچ سکتی ہے۔

مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے چینی حکمرانوں کی پالیسیاں اور پوری دُنیا بالخصوص عالم اسلام کی چین میں دلچسپی برقرار رہے تو چین میں تشدد کے مزید واقعات رونما ہو سکتے ہیں، جس کا نتیجہ مکمل علیحدگی کی صورت میں برآمد ہو سکتا ہے اور یہ سب کچھ اس انجام سے مختلف نہیں ہوگا جو سویت یونین کا ہوا۔